ڈاکٹر محمد یوسف خشک

عالم گیریت اور ادب پڑھانے کے جدید رجحانات

موضوع بذاتِ خود دو حصّوں میں تقسیم شدہ ہے، اس کا پہلا حصّہ عالم گیریت کے زیرِ عنوان ہے، اس لیے علاقائی حد بندی یا دھرتی پر جغرافیے کی انسانی لکیروں سے نکل کر پہلے چند بنیادی اور نمایاں ایسے عالم گیر عناصر پر ایک نظر ڈالتے ہیں جو تمام دنیا کے لوگوں کے لیے یکساں ہیں۔ ان کو مندرجہ ذیل تین حصّوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

۱۔ عالم گیر نعمتیں
۲۔ عالم گیر مسائل
۳۔ عالم گیر خواہشیں

اس کائنات میں چند عالم گیر نعمتیں ہیں جو سب کے لیے ہیں:

۱	زمین	۲	پانی	۳	ہوا
۴	درخت	۵	پہاڑ	۶	آگ
۷	رنگ	۸	روشنی (دن)	۹	آسمان
۱۰	سورج	۱۱	اندھیرا (رات)	۱۲	چاند
۱۳	ستارے				

اس کائنات کے چند عالم گیر مسائل جو سب کے ہیں اور سرِ فہرست ہیں:

۱۔	موت	۲۔	پاگل پن	۳۔	جھوٹ
۴	منافقت	۵۔	خوف	۶۔	بھوک

عالم گیر انسانی خواہشیں:

۱۔ خواہش برائے آسائشِ جسمانی
۲۔ خواہش برائے آسائشِ تحفظ
۳۔ خواہش برائے آسائشِ فرار
۴۔ خوشامد کرنا (ہر اس شخص یا شے سے جو نقصان پہنچا سکے)
۵۔ دکھاوے کا جذبہ
۶۔ خواہشِ فریفتگی
۷۔ خواہشِ نگرانی (اپنے سے نسبتاً کمزوروں کی دیکھ بھال)
۸۔ خواہشِ رفاقت
۹۔ گروہ پسندی
۱۰۔ قابو پانا
۱۱۔ معلوم کرنا یا جاننا
۱۲۔ جانے پہچانے، مانوس مقامات حالات اور لوگوں کی طرف لوٹنا۔(۱)

دنیا میں کسی بھی انسان کے تمام مثبت و منفی عمل یا موضوع وہ زراعت کا ہو یا بائلا جیکل سائنس، کیمسٹری، کمپیوٹر سائنس، ارتھ سائنسز، انجینیر نگ، مینجمینٹ سائنس، ریاضی، فارمیکوٹیکل اینڈ بایو میڈیکل سائنس، فزکس، انوائرمینٹل سائنس، مصوری، ادب، لسانیات، جغرافیہ، آثار قدیمہ، اینتھر وپالوجی، سوشیالوجی، سیاسیات، تاریخ، معاشیات وغیرہ ان دائروں سے ہمیں باہر نہیں دکھائی دیتے، سائنس دان ہو، تاجر ہو، ماہرِ زراعت ہو یا ریڈیو کیشنٹ، ان کا کوئی عمل مندرجہ بالا تین دائروں (عالم گیر نعمتوں، عالم گیر مسائل، عالم گیر خواہشوں) کے محور سے باہر نہیں ہوتا۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ بنیادی نعمتیں، سہولیات و مسائل یکساں ہونے کے باوجود مختلف شعبہ ہائے زندگی میں اقوام کی ترقی کے درمیان فرق کیوں ہے؟ کوئی پس ماندہ، کوئی ترقی پذیر، کوئی ترقی یافتہ کیسے ہُوا؟ تو تاریخ اور حال کے آئینے میں اس کا جواب واضح ہے کہ ان اقوام نے اجتماعی طور پر اپنی طبیعت اور کردار کی تشکیل میں مختلف ترتیبیں، مختلف تجربات اور مختلف ماحول کی بدولت کچھ ایسی غیر جبلی عادات اختیار کر لی ہیں کہ مخصوص بنیادی خواہشات نے اپنے اظہار کے لیے دوسری راہ بنا لی ہے اور یہی وجہ ہے جس کی بنیاد پر یہ پس ماندگی، ترقی پذیری اور ترقی یافتہ کا فرق پیدا ہو جاتا ہے۔

ہمارے ملک یا اکثر ترقی پذیر ممالک میں ادب کو باقاعدہ دل چسپی کے ساتھ پڑھنے کے رجحان کی وہ حیثیت نہیں رہی جو صدیوں پہلے تھی، جب کہ ترقی یافتہ ممالک میں، جو تقریباً تمام میدانوں میں آگے نکلے ہوئے ہیں، ان کے معاشرے میں ادب کو آج بھی وہی اہمیت حاصل ہے۔ اگر کہیں پر وہ سب سے آگے نہ سہی تو سب کے ہم قدم ضرور ہیں۔اس سلسلے میں جب راقم نے دنیاوی ادب کے مقابلے میں ملکی سطح پر لکھے جانے والے ادب پر سرسری نظر دوڑائی تو محسوس ہوا کہ ہمارے تخلیق کار یا ادیب میں تخلیقی اعتبار سے کوئی کمی نہیں پائی جاتی، بلکہ کہیں کہیں، کئی کئی منزلیں ہمارا تخلیق کار آگے دکھائی دیتا ہے۔پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر ہمارے ہاں ہی معاملہ الٹ کیوں ہے؟ جب کہ ہمارے ادیب میں تخلیقی اعتبار سے کوئی کمی نہیں۔تو اس کا مختصر جواب یہ ہے کہ ہمارے اکثریت اور تعلیمی اداروں نے ہمیشہ روایتی انداز میں تخلیق کے اندر صرف چند مقاصد پر توجہ مرکوز رکھی ہے، جس کے نتیجے میں ادب سے دل چسپی رکھنے والوں کا حلقہ محدود ہوتا جا رہا ہے۔دیگر الفاظ میں یوں کہا جائے کہ ہمارا ادیب آج بھی اتنی ہی بلکہ اس سے زیادہ طاقت سے لکھ رہا ہے۔خامی ادب اور ادیب میں نہیں بلکہ اس پُر آسائش مشینی زمانے میں، ایک تو قاری کے پاس اضافی وقت نہیں ہے اور دوم اس کے پاس option زیادہ موجود ہیں جس کی وجہ سے وہ چوزی، سلکٹیو، سہل پسند ہو گیا ہے۔وہ اپنے سوال کا فوراً سیدھا جواب چاہتا ہے، اسے جس موضوع کی طلب ہے وہ اس پر براہِ راست پہنچنا چاہتا ہے۔

مجموعی طور پر تعلیمی اداروں کو ہمارے معاشرے کے دماغ کی حیثیت حاصل ہے، اس سوچ کو مدِّنظر رکھتے ہوئے، جب راقم نے ترقی یافتہ ممالک کی جامعات اور کالجز کے نصابات پر نظر ڈالی تو بنیادی نقص، جس نے ادب پڑھنے والوں کی تعداد کم کی ہے دھند لکے سے نکل کر واضح ہوا، کہ ترقی یافتہ ممالک میں ادب سے وابستہ تعلیمی ادارے، محققین، ادب دوست یا جدید رجحانات کو پسند کرنے والے لوگ، تخلیق کار کو پریشان کیے بغیر مختلف زمانی طبقوں کے موضوعات اور قاری کو ذہن میں رکھتے ہوئے اس کی ضرورت کے اعتبار سے اسے مواد پہنچا رہے ہیں اور ایسا مواد تیار کرنے والوں کی خوب ہمت افزائی بھی کر رہے ہیں۔اس لیے وہاں پر ادب و ادیب کو آج بھی Leading Roll والی حیثیت حاصل ہے۔

اس سلسلے میں ترقی یافتہ ممالک کی جامعات اور کالجز، یونیورسٹی آف واشنگٹن، یونیورسٹی آف ھالینس، انڈیانہ یونیورسٹی بلومنگٹن، البامہ اسٹیٹ یونیورسٹی، دی یونیورسٹی آف ایڈن برگ، کولمبیا

یونیورسٹی نیویارک، آکسفورڈ یونیورسٹی لنڈن، یونیورسٹیز آف ساؤتھ کوریا، کینیڈین یونیورسٹیز کے ادب کے مضمون سے وابستہ تمام نصابات کے مطالعے کے بعد ان ہی میں سے ادب کو با قاعدہ نئے انداز میں پڑھائے جانے والے چند نصاب کا تعارف پیش کیا جاتا ہے۔

سائنس اور ادب ۲۔

یہ مضمون ۱۷۰۰ء تا حال، ادب اور سائنس کے درمیان موجود پرانے اور گہرے تعلقات پر مشتمل ہے، جس کے تحت طالب علموں کو چنیدہ ادبی، سائنسی اور فلسفیانہ کتب کی معرفت، سائنس اور ادب کے مشترکہ تخلیقی عمل پڑھائے جاتے ہیں۔

ادب اور تہذیب ۳۔

اس مضمون کے تحت ادب (شاعری اور نثر کی تمام شاخیں) میں تہذیب کا مطالعہ اس زاویے سے پیش کیا جاتا ہے کہ ادب ایک ثقافتی ادارہ ہے جو براہِ راست فرد کی انفرادی شناخت کی تعمیر اور اس میں معاشرتی اقدار کو جانچنے کی صلاحیت پیدا کرتا ہے۔

نئی اقوام کے ادب کا مطالعہ ۴۔

اس مضمون کے تحت دنیا کے نقشے پر ملکی صورتِ حال میں ظاہر ہونے والی اقوام کے ناول اور افسانوں کا مطالعہ کرایا جاتا ہے جس میں افریقہ، مڈل ایسٹ، اور ساؤتھ ایشیا شامل ہیں۔ مغرب کی ادبی اقسام اور زبانی ادبی روایات کے ساتھ کولونیلزم، نسلی تعلق، ادبی اسلوب و مقامی و غیر مقامی زبانوں کے معاملات کو زیر بحث لایا جاتا ہے۔

بچے اور والدین۔ دنیاوی ادب کے تناظر میں ۵۔

قدیم و جدید انگریزی اور امریکی ادب کی شاخوں میں بچے اور والدین کے تعلق کو پڑھایا جاتا ہے۔ اس موضوع کا مقصد عمری تضادات کے محرک کو زیرِ بحث لانا ہے۔

دنیاوی ادب کے تناظر میں موت اور مابعد موت ۶۔

اس موضوع کے تحت موت مابعد اور نئی زندگی کے متعلق دنیاوی ادب میں پائے جانے والے موضوعات کو مختلف زاویوں سے پڑھایا جاتا ہے۔

فلم کا مطالعہ ۷۔

یہ نصاب، یورپ کے قومی سنیماؤں سے لی گئی مختلف مثالوں کے جامع تجزیے اور فلمی نظریے

اور تنقید نگاری کے وسیع مطالعے کے لیے بنایا گیا ہے۔ابتدائی فلمی نظریے ،قدیم دور میں سنیما کی کشش،اور ہم عصر سنیما کے ظاہر معاہدوں کے متعلق ہے۔

فلمی نظریے اور تنقید پر مشتمل یہ نصاب دو حصّوں پر مشتمل ہے۔اس میں بنیادی فلمی نظریات، قدیم دور سے آج تک لوگوں کی سنیما سے دل چسپی کے اسباب اور فنی مراحل کے متعلق ہوگا۔

اس کے ساتھ طالبِ علم مندرجہ ذیل اختیاری مضامین میں سے دو کا مطالعہ ایک میقات میں کرے گا۔

۱۔ قدیم یورپی سنیما: مختلف مراحل

۲۔اطالوی سنیما: حقیقت نگاری اور اس کی اقسام

۳۔ برطانوی اور آئرش سنیما: ۱۹۴۵ء سے مختلف مراحل

۴۔جدید جرمن سنیما سینما: سنیما کا تصور و اسلوب۔

اس کے ساتھ طالبِ علم ۱۵۰۰۰ الفاظ پر مشتمل مقالہ سنیما کے تصور و اسلوب پر پیش کرے گا۔

(دنیا کے کئی ترقی یافتہ اور ترقی پذیر ممالک کی معیشت کی بہتری میں فلم انڈسٹری کا بھی نمایاں کردار ہے۔جب کہ ہمارے ملک میں ہماری فلم انڈسٹری ملکی معیشت کی بہتری میں کوئی خاص کردار نہیں ادا کر رہی ،صرف زندہ ہے۔جس کی ذمے داری جامعات پر عائد ہوتی ہے،جامعات کے نصاب میں صرف ڈرامے پر خصوصی توجہ ہے،اس لیے دنیوی سطح پر پاکستانی ڈراما کامیاب ہے،لیکن فلم کو نہیں پڑھایا جاتا اس لیے یہ انڈسٹری صرف زندہ ہے)

ادب کے اہم کردار ۸

اس مضمون میں ادب کے ان اہم کرداروں ،مثلاً: عاشق ،رقیب،آرٹسٹ،شعبدہ باز وغیرہ کو مختلف زاویوں اور قومی روایات کے آئینے میں پڑھاتے ہوئے نہ صرف ان کا تقابلی جائزہ لے کر فرق واضح کر کے دکھایا جاتا ہے بلکہ یہ فرق کیوں پیدا ہوا؟اس پس منظر کو بھی طالب علموں پر عیاں کیا جاتا ہے۔مثلاً: عاشق ملکی سطح پر پشتو، پنجابی،سندھی،بلوچی،کشمیری ادب میں موجود ہے ان میں کیا فرق ہے؟اور کیوں ہے؟اسی طرح اس کا دائرہ بڑھاتے ہوئے بین الاقوامی سطح پر،ایشائی،افریقی،یورپی، امریکی عاشق اور عشق میں کیا فرق ہے؟اور یہ فرق کن مذہبی ،ثقافتی یا قومی روایات کے نتیجے میں پیدا ہوا اس کو پڑھایا جاتا ہے۔

تہذیبی تصادم ۹

ادب میں مختلف تہذیبوں کے ٹکراؤ کی چھان بین ہوتی ہے۔جیسے فن،فلم،موسیقی اور دیگر

ذرائع (خانہ بدوشی، سفر، استعماریت، مذہبی تبلیغ، پرنٹ والیکٹرانک میڈیا) تہذیبی رابطوں کا سبب بنتے ہیں۔

اس کے تحت تہذیبی اداروں کی تبدیلی، تہذیبی تغیر وتبدل کا عکس، فن وتہذیب کے عالمی پھیلاؤ اور مشترکہ تہذیبی نمونوں کو واضح کیا جاتا ہے۔

بچوں اور نوجوانوں کے ادب میں ماں کی شخصیت: ۱۰

بچوں اور نوجوانوں کا ادب زیادہ تر لکھا جاتا ہے، اونچی آواز میں گھر میں پڑھا بھی جاتا ہے، اور اسکولوں میں خواتین اساتذہ کے ذریعے پڑھایا بھی جاتا ہے، کیا ہم اس کے ذریعے مادر سراہی کلچر کو فروغ دے رہے ہیں؟ ماں کے کردار کو پرنٹنگ پریس کے دور سے لے کر موجودہ الیکٹرانک دور تک کس طرح پیش کیا گیا اور کیا جارہا ہے، نصابی کتب میں ماں اور مادرانہ شفقت کو کس طرح دکھایا جارہا ہے، نوجوان قاریوں کو کس طرح کے مادرانہ نظریات دیے جارہے ہیں وغیرہ۔ اس مضمون کا بنیادی ماخذ نرسری، پرائمری میں پڑھائی جانے والی نظموں، فیئری ٹیلس، بچوں کو دی جانے والی لوریاں، تصاویری کتب، نصابی کتب اور نوجوانوں کے ناول ہیں۔

طفلی ادب اور فلم ۱۱

انگلینڈ اور امریکا میں ۱۹ ویں صدی میں جب بچوں کی پسندیدہ کتب کو تھیٹر اور فلم کے لیے استعمال کیا گیا تو اس انداز کو شہرت حاصل ہوئی اور شہرت یافتہ اسٹیج پلے اور فلمیں سامنے آئیں۔ اس مضمون کے تحت یہ واضح کیا جاتا ہے کہ جب بچوں کے ادب کو بڑی اسکرین پر لایا گیا تو ہم نے معاشی وسماجی واخلاقی اعتبار سے کیا کھویا اور کیا پایا؟

{ مندرجہ بالا دو نصاب (۱۔ بچوں اور نوجوانوں کے ادب میں ماں کی شخصیت ۲۔ طفلی ادب اور فلم) میں نے ھالینس یونیورسٹی کے نصاب سے منتخب کیے ہیں یہ بھی واضح رہے کہ اس یونیورسٹی میں صرف بچوں کے ادب پر مکمل گریجویشن ہوتی ہے }

خصوصی مطالعہ تذکیر وتانیث ۱۲

مختلف زبانوں کے ادب میں موجود جنسیات اور جنسی کشش کو، مختلف معاشرتی اقدار کے تقابلی جائزے کے ساتھ پڑھایا جاتا ہے۔

نسل پسندی اور ادب ۱۳

اس موضوع کے تحت نسلی ادب کیا ہے؟ نسلی تحریریں کس طرح غیر نسلی تحریروں سے مختلف ہوتی ہیں؟ یہ ایسا ہے یا کوئی دوسری بات ہے۔ اگر نسلیت پرستی کو تجرباتی پس منظر میں قبول کیا جارہا ہے تو وہ ادب پر کس طرح اثر انداز ہوتی ہے، اور وہ ادب نسلیت پسند قاریوں پر کس طرح اثر ڈالتا ہے۔ (مقالات، نسلی ادب پر مشتمل فلمیں اور تہذیبی سیاست) نسلی ادب، کس طرح سماجی روابط، تاریخی، سیاسی و ذاتی معاملات کی نمائندگی کرتا ہے، جیسے موضوعات کو زیرِ بحث لاکر وضاحت کی جاتی ہے۔

تقابلی ادب، ادب اور سیاست وسیاسی ناول ۱۴

سیاسی نظریات اور عملی سیاست کو ادب میں کس طرح پیش کیا گیا ہے؟ انیسویں صدی کے وسط تک لکھے گئے سیاسی ناولوں کے مطالعے سے نتائج برآمد کیے جائیں گے۔ اس سلسلے میں ادب کے آئینے میں جن سیاسی اجزا کا مفصل جائزہ لیا جائے گا اس میں اعلیٰ سطحی سیاست، دانش وروں کی جلاوطنی، ،طبقاتی سیاست، نسلی سیاست، ناکام انقلاب اور متبادل تاریخ شامل ہیں۔

الحاصل یہ ہے کہ آج کے اس تیز رفتار اور کمرشلائیز زمانے میں ہر منصوبے اور مضمون کو قبول کرنے سے پہلے ایک تو معیشت پر ہونے والے اس کے براہِ راست اثرات دیکھے جارہے ہیں اور دوسری طرف دیگر سائنسی وغیر سائنسی مضامین کو سمجھنے اور ان کو ترقی دلانے میں، ان کے عمل دخل کی بنیاد پر، ان کو اہمیت دی جارہی ہے ،اس لیے اگر ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہمارے معاشرے میں ادب کی Leading Roll والی حیثیت پس منظر سے نکل کر پیش منظر پر آئے تو ہمیں تمام تعلیمی اداروں میں ادب کو اپنے روایتی انداز کے ساتھ ساتھ باقاعدہ تقابلی انداز میں پڑھانے کی ضرورت ہے اور اس سلسلے میں ادباء وشعرا کو پریشان کیے بغیر ادب وزبان سے وابستہ تمام سرکاری وغیر سرکاری تعلیمی اداروں، محققین، ادب دوست وجدید رجحانات کو پسند کرنے والے لوگوں کو آگے آکر اس ڈگر پر باقاعدہ کام کرکے، ادب میں سے، ہر شعبۂ زندگی کے لیے اس کی ضرورت کے مطابق، مواد فراہم کرنے کی ضرورت ہے، کیوں کہ اس وقت عالم گیریت کے اس دور میں ادب کا معاشرے میں رہبر والا کردار بھرپور انداز میں پیش کرنے کے تمام رجحانات کی یہی بنیاد ہے۔

حوالہ جات

۱۔ ہم اور ہماری نفسیات، مرتب و مترجم مرتضیٰ شفیع، کراچی، ایجوکیشنل بک ڈپو، سنہ ندارد، ص ۳۱۔

۲۔ کورس نمبر CLIT 210، نصاب برائے کالج آف آرٹس اینڈ سائنس کمپریٹو لٹریچر، یونیورسٹی آف واشنگٹن۔

۳۔ کورس نمبر CLIT 211، نصاب برائے کالج آف آرٹس اینڈ سائنس کمپریٹو لٹریچر، یونیورسٹی آف واشنگٹن۔

۴۔ کورس نمبر CLIT 323، ایضاً

۵۔ کورس نمبر CLIT 350، ایضاً

۶۔ کورس نمبر CLIT 352، ایضاً

۷۔ کورس برائے ایم ایس سی ڈگری اور برائے ڈپلوما، دی یونیورسٹی آف ایڈن برگ۔

۸۔ کورس نمبر C145 کورسز برائے انڈر گریجویٹ، شعبۂ تقابلی ادب، انڈیانا یونیورسٹی بلومنگٹن۔

۹۔ کورس نمبر C262 کورسز برائے انڈر گریجویٹ، شعبۂ تقابلی ادب، انڈیانا یونیورسٹی بلومنگٹن۔

۱۰۔ کورس نمبر ENG 550 کوڈ گریجویٹس پروگرام ھالینس یونیورسٹی۔

۱۱۔ کورس نمبر ENG 550 خصوصی مطالعہ (جب بچپنا ہالی ووڈ کی طرف روانہ ہوا) ھالینس یونیورسٹی۔

۱۲۔ کورس نمبر ENG 450 451 شعبۂ ادب، الباما اسٹیٹ یونیورسٹی۔

۱۳۔ کورس نمبر 24Q شعبۂ ادب اسٹینفورڈ یونیورسٹی۔

۱۴۔ کورس نمبر S3721D تقابلی ادب، کولمبیا یونیورسٹی نیویارک۔